حضرت العلام مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی

قسط ۲۲

دوامِ حدیث

صحتِ حدیث پر :

سابقہ اعتراضات کے جواب

مولوی مودودی صاحب کی عبارت مذکورہ بالا کو پرویز صاحب نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ اگرچہ مودودی صاحب نے حدیث کا انکار نہیں کیا مگر جو حدیث پر گفتگو کی ہے۔ اس کا انداز اس قسم کا ہے کہ حدیث کی قدر وقیمت دماغ سے اتر جاتی ہے۔ کیونکہ احادیث کی صحت کا مدار محدثین کے نزدیک سند پر ہے اور سند کے دونوں پہلوؤں کو مودودی صاحب کمزور کر چکے ہیں پھر ان احادیث کے قابل استناد ہونے کو اس طرح رد کر چکے ہیں کہ ان کے خیال میں ائمہ مجتہدین نے محدثانہ نقطۂ نظر سے ثابت شدہ احادیث کو رد کر دیا ہے اور محدثانہ نقطۂ نظر سے غیر ثابت شدہ روایات کو فقیہانہ نقطۂ نظر سے قبول نہیں کیا مگر اس فقیہانہ نقطۂ نظر کی تشریح نہیں کی اور فقیہانہ نقطۂ نظر رکھنے والے لوگوں سے پیش پیش امام ابوحنیفہ کو شمار کیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں ان کے مسائل بہت سی احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہیں اور بعض جگہ ضعیف منقطع و منکر روایات سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے بعد امام مالک کا مرتبہ ہے کیونکہ ان پر محدثانہ نقطۂ نظر غالب ہے مگر پھر بھی چونکہ فقیہانہ نقطۂ نظر رکھتے ہیں اس لیے ان احادیث کو بہت جگہ رد کیا ہے جو محدثانہ نقطۂ نظر سے ترصیح ہیں مگر فقیہانہ نقطۂ نظر سے قابل قبول نہیں۔ پھر امام شافعی کا مختصر تذکرہ ہے کہ ان کا بھی یہی حال ہے مگر ان کے متعلق یہ نہیں لکھا کہ محدثانہ نقطۂ نظر ان میں کس قدر ہے اور فقیہانہ نقطۂ نظر کس قدر ہے۔ امام احمد بن حنبل کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ شاید اس لیے کہ ان میں فقیہانہ نقطۂ نظر بالکل

ہی نہیں یا کم ہے یا اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے چھوڑ دیا ہے۔ امام مالکؒ کے متعلق تو تصریح کی ہے۔ امام لیث نے ستر مسئلہ میں امام مالکؒ کا صحیح حدیث کے خلاف ہونا نقل کیا ہے مگر امام ابوحنیفہؒ کے متعلق تصریح نہیں کی مگر ظاہر ہے کہ جب امام مالک جن پر محدثانہ نقطہ نظر غالب تھا ستر مسائل میں صحیح حدیث کو چھوڑ دیا ہے تو امام ابوحنیفہ جو خالص فقیہانہ نقطہ نظر سے احادیث کو پڑھاتے تھے کس قدر وہ احادیث چھوڑی ہوں گی جو محدثانہ نقطہ نظر سے صحیح ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جس قدر کوئی مجتہد صحیح احادیث کی مخالفت کرے اسی قدر اس پر فقیہانہ نقطہ نظر غالب ہوگا۔ پس منکرین کس قدر فقیہ ہوں گے کیونکہ تمام ذخیرے کو اپنے فقیہانہ نقطۂ نظر سے کمزور سمجھ کر چھوڑ رہے ہیں۔

مودودی صاحب کی تقریر کا حرفاً حرفاً رد کرنا تو منظور نہیں مگر پھر بھی کچھ اس کے متعلق لکھا جاتا ہے۔ اس مضمون میں مودودی صاحب نے حدیث پر دو طرح کی جرح کی ہے:۔

○ ایک اس اعتبار سے کہ ان میں فقیہانہ نقطہ نظر سے کام نہیں لیا گیا کیونکہ محدثین میں فقیہانہ نقطہ نظر سے سوچنے کی اہلیت نہ تھی۔

○ دوم اس اعتبار سے کہ محدثانہ نقطہ نظر سے دو خامیوں کا اٹھ جانا یقینی نہیں:۔

★ ایک رواۃ کے ثقہ ہونے کے متعلق۔

★ دوم اتصال سند کے متعلق۔

اس لیے ہم بحث کو تین حصوں میں منقسم کرتے ہیں:۔

● پہلی بحث رجال کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کے متعلق۔

● دوسری بحث اتصال سند کے متعلق۔

● تیسری بحث فقیہانہ نقطہ نظر سے متعلق۔

پہلی بحث میں رجال کے ثقہ ہونے نہ ہونے کا ذکر ہے۔ مودودی صاحب نے محدثین کی جرح و تعدیل کے کمزور ہونے کی دو وجہیں بیان کی ہیں:۔

① رواۃ کی سیرت، ان کے حافظہ اور ان کی باطنی خصوصیات کے متعلق بالکل صحیح علم ہونا مشکل ہے۔

② حکم لگانے والے خود انسانی کمزوریوں سے بری نہ تھے۔ قوی امکان تھا کہ جذبات کے پیچھے لگ کر حکم نہ لگا دیں، بلکہ اس امر کا ثبوت موجود ہے کہ یہ امکان بار ہا فعل میں آگیا۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رواۃ کے متعلق صرف دو باتوں کی تحقیق کی جاتی ہے ایک ان کی عدالت دوسرا ان کا حافظہ۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ ان کا پتہ لگانا کوئی مشکل نہیں۔ مثلاً دس بارہ حدیثیں اس کو سنا دی جائیں پھر سن کر اس کے حافظہ کا علم ہو سکتا ہے اور محدثین کی مجلسوں میں یہ شغل جاری رہتا تھا۔ اس لیے حفاظ ان میں مشہور و معروف تھے جن کے حافظہ کی تعیین کوئی مشکل امر نہ تھا۔ ایک دو واقعے نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) امام بخاریؒ جب بغداد میں آئے تو وہاں کے محدثین نے جمع ہو کر امام بخاریؒ کے حافظہ کا امتحان لینا چاہا۔ یہ تجویز ہوئی کہ ایک سو حدیث کا انتخاب کیا جائے اور ایک ایک محدث کو دس دس حدیثیں دی جائیں۔ ان کی اسانید کو ادل بدل کر کے پیش کیا جائے تاکہ دیکھیں کہ امام بخاریؒ ان کی تصحیح کرتے ہیں یا نہیں؟ جب مجلس میں سب لوگ اطمینان سے بیٹھ گئے تو ایک آدمی نے دس حدیثوں کی سندیں تبدیل کر کے پیش کیں اور ہر ایک کے متعلق پوچھا تو امام بخاری نے جواب میں کہا کہ میں اس سے واقف نہیں اس طرح اس نے دس حدیثیں پیش کیں۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا۔ اس نے بھی دس حدیثیں تبدیلی اسناد سے پیش کیں، امام بخاریؒ نے عدم واقفیت کا مظاہرہ کیا۔ جب اسی طرح دس آدمی سو حدیثیں اسانید کو ادل بدل کر پیش کر چکے تو امام بخاریؒ اب اسی ترتیب سے پہلے آدمی کی طرف متوجہ ہوئے جس نے پہلے دس حدیثیں پیش کی تھیں فرمایا کہ:-

"تیری پہلی حدیث اصل میں اس طرح ہے اور تو نے اس طرح پیش کی ہے اور دوسری اصل میں اس طرح ہے اور تو نے اس طرح پیش کی ہے"

یہاں تک کہ سو حدیثیں سب اصلی صورت میں بھی اور بدلی ہوئی صورت میں بھی سنا دیں۔ اصل صورت میں حدیثیں تو امام صاحبؒ کو پہلے ہی یاد تھیں مگر تعجب اس امر پر ہے کہ ایک ہی مجلس میں امام بخاریؒ نے تبدیل شدہ اسانید کو بھی حفظ کر لیا۔ اس وقت عام لوگ امام بخاریؒ کے حافظہ کے قائل ہو گئے۔ [1]

(۲) حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں امام بخاریؒ ہمارے ساتھ بصرہ کے مشائخ کی طرف آتے جاتے

---

[1] مقدمہ فتح الباری طبع ہندی ص۴۸۷

تھے۔ ابھی آپ نوعمر ہی تھے مگر وہاں جا کر خالی سن کر آجاتے اور لکھتے نہ تھے۔ جب سولہ دن گزر گئے تو ہم نے امام بخاریؒ کے نہ لکھنے پر ملامت کی جب ملامت زیادہ ہوئی تو فرمانے لگے:۔

"اچھا! جو تم سولہ دن میں لکھ چکے ہو، وہ سناؤ"

ہم نے اپنی کتابیں نکالیں۔ پندرہ ہزار سے کچھ زیادہ حدیثیں تھیں۔ امام بخاریؒ صاحب نے سب حدیثیں سنا دیں۔ ہم اپنی کتابیں ان کی یادداشت سے صحیح کرتے تھے [1]

اس قسم کے واقعات محدثین کے متعلق اسماء الرجال کی کتابوں میں مشہور و معروف ہیں۔ پھر حافظہ کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب زبانی سنے اور زبانی سنائے، صاحب کتاب ہو تو اس کو حافظہ کی بہت زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے لیے ضبط کتاب کا ملکہ درکار ہے۔ عدالت کے لیے تقوٰے اور مروت کی ضرورت ہے جو شخص شرک اور فسق سے پرہیز کرے وہ متقی ہے جو قبیح حرکتوں (جیساکہ راستے میں کھانے پینے اور پیشاب کرنے) سے بچے، اس میں مروت پائی گئی۔ کسی آدمی کے متعلق یہ معلوم کرنا کہ اس میں تقوٰے اور مروت ہے یا نہیں سننے اور دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ [2] جو چھپا کرتے ہیں اسکا پردہ فاش ہو جاتا ہے

دوسری جگہ فرمایا:۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ أَيْنَمَا ثُقِفُوْا أُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ [3]

اگر منافق اور دل کے مریض اور جھوٹی خبریں شائع کرنے والے باز نہ آئے تو ہم تم کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر تیرے ساتھ بالکل تھوڑا ہی زمانہ رہیں گے یہ لوگ لعنتی ہیں جہاں پائے گئے پکڑ کر قتل کیے جائیں گے یہ اللہ کی سنت ہے پہلے لوگوں

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۵۶۴ [2] پ۱ سورہ بقرہ [3] پ۲۲ سورہ احزاب

سے چلی آرہی ہے۔ اس سنت کو کبھی بدلا ہوا نہیں پاؤ گے۔

یعنی جب بھی منافق اور بیمار دل والا یا جھوٹ شائع کرنے والا پایا جائے گا اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوگا۔ پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باطنی کیفیات کو ایک آدمی ایسا چھپائے کہ اس کا بالکل سراغ نہ لگ سکے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ عوام الناس کو دھوکا دیا جا سکے یا چند دن تک اپنی ٹھگی سے بڑوں بڑوں کو غافل رکھا جائے مگر اس کے لیے دوام نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ——— [1]

اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایسی حالت میں نہیں رہنے دے گا کہ خبیث اور طیب کی تمیز نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ناپاک (لوگوں) کو پاک (لوگوں) سے الگ کر دے گا۔

جنگ احد میں مسلمانوں کی مصیبت کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ——— [2]

(احد میں مسلمانوں کو جو زخم آئے اس کے اور اسباب بھی ہیں اور یہ بھی ہے) کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جان لے (یعنی ان کو منافقوں سے الگ کرے) یعنی مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کی پہچان ہو جائے۔

فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ [3]

تو ان کو چہرے سے پہچان لے گا اور طریق گفتگو میں معلوم کرے گا۔

پس اس سنت اللہ کے بیان کے بعد جو قرآن نے جابجا ذکر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں اس کی تفسیر کی ہے۔ فرمایا:۔

يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين [4]

کہ اس علم کو اٹھانے والے ہمیشہ عادل رہیں گے ان کا کام یہ ہو گا، جو غالی

---

[1] آل عمران پ۴ [2] ایضاً [3] سورہ محمد پ۲۶ [4] بیہقی۔

لوگوں نے دین میں تحریف کی ہوگی وہ دین سے نکال دیں گے۔ جو جھوٹوں نے دین کی باتوں سے غلط استدلال کیا اور جاہلوں نے تاویل کی ہوں گی ان کو الگ کر دیں گے۔

اور فرمایا:

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا [1]

اللہ تعالیٰ ہر صدی پر ایسے آدمی کو کھڑا کیا کرے گا جو دین کو تازہ کرے۔

اور فرمایا:

ولا یزال طائفۃ من امتی منصورین لا یضرھم من خذلھم حتی تقوم الساعۃ قال ابن المدینی ھم اصحاب الحدیث۔ [2]

ایک جماعت میری امت سے ہمیشہ منصور رہے گی یعنی اللہ ان کی مدد کرے گا۔ جو ان کو رسوا کرنا چاہے وہ ان کو ضرر نہیں دے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ امام علی ابن مدینی فرماتے ہیں کہ یہ اصحاب الحدیث ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی در پردہ منافق اور فاسق ہو پھر دین کے اندر داخل ہو کر دین کو بدل دے اور اہل علم اہل حدیث کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ پس ضرور جن لوگوں کا حافظہ پر کھا گیا ہو اور ظاہر میں حافظہ صحیح بخلاف حقیقت میں بھی اسی طرح ہوں، ورنہ لازم آئے گا کہ حق کی تکذیب کی جاوے اور آدمی سوفسطائی دہری بن جائے اور یہ کہنا شروع کرے کہ ہو سکتا ہے کہ میرے حواس غلطی کرتے ہیں، دراصل یہ شے ایسی نہ ہو۔ اگر کسی کو یہ خیال آنے لگے تو وہ سمجھے کہ میں بیمار ہوں۔ پس چاہیے کہ وہ شخص پاگل خانہ یا ہسپتال کی راہ لے یا اور لوگوں کو چاہیے کہ اس پہ رحم کر کے کسی طبیب یا ڈاکٹر کے پاس پہنچا دیں۔

اسی طرح جب ہم کسی شخص کے متعلق اپنی معلومات کی بنا پر تقوے اور مروت کا فیصلہ کریں، اور ہر طرح سے اس کی جانچ پڑتال کریں تو پھر یہ سمجھنا کہ وہ متصنع ہے۔ دراصل ایسا نہیں ہے۔ یہ احتمال بے دلیل ہوگا۔ یہ قطع کے اس کے معنی کے منافی نہیں جس کی نقلیات میں ضرورت ہوتی

---

[1] ابو داؤد [2] ترمذی

ہے پس ظاہر کے خلاف ایک بے دلیل احتمال کی وجہ سے تمسک کرنا بھی وہمی پن ہے۔ احتمال عقلی یقین کے منافی نہیں ہوتا جیسے قرآن مجید نے کہا ہے۔ اگر تمہارے پاس مہاجر عورتیں آئیں تو ان کی جانچ پڑتال کر لو

فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ؎

اگر تم کو علم ہو جاوے کہ یہ عورتیں واقعی مومن ہیں تو پھر ان کو کفار کے حوالے نہ کرو۔

اس آیت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان جب کسی کے ایمان کا امتحان کرے۔ اپنی طاقت کے مطابق جانچ پڑتال کرے۔ تو پھر اس کے بعد اس کو علم حاصل ہو سکتا ہے کہ آدمی کیسا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ باوجود جانچ پڑتال کرنے کے اس کی حالت کا علم نہ ہو۔ اسی آیات کے مطابق محدثین جانچ پڑتال کرنے کے بعد رواۃ کو ثقہ اور ضعیف سمجھا ہے اگرچہ اس کے خلاف عقلی احتمال قائم ہے مگر اس قسم کے عقلی احتمالات یقین اور علم کے منافی نہیں ہوتے۔ اگر یہ احتمال جو اس کے خلاف پایا جاتا ہے کسی دلیل خارجی سے ثابت ہو جائے تو پھر اس کا اعتبار ہو گا مثلاً دوسرے عالم نے اس کی غلطی پکڑی اور اس کے ضعف کا پتہ لگا لیا اور اس پر ایسی جرح کی جو قابل قبول ہے تو اس وقت یہ احتمال ثابت ہو جائے گا۔ پس اس جگہ تین صورتیں ہوئیں:۔

ایک یہ کہ دوسری جانب بالکل احتمال نہ۔ یہ قطع کی ایک صورت ہے جیسے صحابہ کرام یا وہ پاکباز جن کی پاکبازی پر امت کا اجتماع ہے ان کے ثقہ ہونے کے خلاف کوئی احتمال نہیں۔

دوسرے وہ لوگ جن کو محدثین نے تو ثقہ کہا ہے مگر ہو سکتا ہے کہ ان رواۃ کی جرح کا ان کو علم نہ ہو مگر ان کے مجروح ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ یہ بھی قطع کا ایک معنی ہے

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی راوی کے ثقہ یا ضعیف ہونے میں اختلاف ہو۔ اگر ثقہ کہنے والے کے خلاف احتمال عقلی پایا جاتا ہے۔ وہ دلیل سے ثابت ہو جائے تو اس کی بات کمزور اور ظنی ہو۔